حضرت شاہ عبدالرحیم فاروقی دہلویؒ

مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

راہ سلوک پر گامزنی

خود بیان فرمایا کرتے تھے اور ارشاد رحیمیہ میں بھی تحریر کیا ہے کہ میں نو دس سال کا تھا کہ خواجہ ہاشم نام کے ایک بزرگ بخارا سے دہلی آئے اور ہمارے ہمارے ہاں آکر ٹھہرے انہوں نے مجھ کو تختی یا کاغذ پر اللہ اللہ لکھنے کی تلقین کی کچھ عرصہ کے بعد فرمایا اب خیال سے دل کے اردگرد اسم ذات کو لکھا کرو۔ اس کی اتنی مشق کم سنی ہی میں ہوگئی تھی کہ میں جب شرح عقائد و حاشیۂ خیالی پڑھتا تھا اس وقت میں نے حاشیۂ عبدالحکیم کو نقل کرنے کا ارادہ کیا، تو کم و بیش ایک جزو پر اسم ذات ہی لکھتا چلا گیا اور مجھے یہ خیال ہی نہ رہا کہ حاشیۂ عبدالحکیم لکھنے کے لئے بیٹھا ہوں۔ فرماتے تھے کہ خواجہ ہاشم نے دو ایک باتوں سے میرا امتحان لیا اور بالآخر یہ فرمایا کہ تمہاری استعداد اونچی ہے تم بہت عالی ہمت ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم فی الحال اشغال صوفیہ میں سے کوئی شغل اختیار کرلو۔ چنانچہ انہوں نے شغل کتابت اسم ذات کی تلقین کی جس کا ذکر ہوچکا۔

فرمایا کرتے تھے کہ میں بارہ تیرہ سال کا تھا کہ حضرت زکریا علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا انہوں نے ذکر اسم ذات "تلقین فرمایا۔ اس سے ایسی کیفیت ظہور پذیر ہوئی کہ اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ فرماتے تھے اس کے بعد میں نے حضرت شیخ عبدالعزیز شکر بار دہلویؒ کو خواب میں دیکھا وہ فرمارہے ہیں اے فرزند اس وقت تک کسی کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا جب تک حضرت خواجہ تم کو قبول نہ فرمالیں۔ اس کے بعد تم کو اختیار ہے ۔

حضرت خواجہ خرد سے خواب کا ذکر

فرمایا کرتے تھے کہ اس خواب کے بعد میں حضرت خواجہ خرد کی خدمت میں گیا اور تعبیر دریافت کی اور یہ بھی عرض کیا کہ اس شہر دہلی کے اکابر میں اس وقت آپ کے علاوہ کوئی بھی لقب خواجہ سے ملقب نہیں ہے اس پر حضرت خواجہ خرد نے فرمایا کہ تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم کو خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت منامی نصیب ہو گی۔ میں اس قابل کہاں ہوں کہ حضرت شیخ عبدالعزیز شکر بار مجھے خواجہ سے تعبیر فرمائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

فرماتے تھے کہ مجھے اس تعبیر کا انتظار تھا۔ کثرت سے درود شریف پڑھتا تھا ایک رات درود پڑھتے پڑھتے بے ہوش ہو گیا اور ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بیعت فرمایا اور نفی واثبات کی تلقین فرمائی۔

حضرت خواجہ خرد سے بیعت کی درخواست اور ان کا مشورہ

اس واقعہ کے چند روز بعد میں نے حضرت خواجہ خرد سے عرض کیا کیا آپ نے جو بات ارشاد فرمائی تھی وہ تو حاصل ہو گئی اب اس کے بعد میرے بارے میں کیا مشورہ ہے۔ فرمایا کہ ظاہر میں بھی کسی سے بیعت ہو جانا چاہیئے۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں اس پر حضرت خواجہ خرد نے فرمایا کہ میں تم کو بہت عزیز اور دوست رکھتا ہوں میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہاری بیعت مجھ سے ہو۔ میں نے کہا میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ دوستی بیعت قبول نہ کرنے کا سبب کیسے ہو گئی۔ اس بات پر آپ نے فرمایا کہ بھائی مجھ سے کبھی کبھی بعض ایسے امور کا ارتکاب ہو جاتا ہے جو حکم شرع کے مطابق نہیں ہوتے اور اتباع سنت میں بھی قدرے تساہل کر جاتا ہوں ایسا نہ ہو کہ تم پر اس کا اثر پڑے اور تمہارا قدم مجھ سے بیعت ہو جانے کے رشتہ سے جادۂ شرع سے کچھ لغزش کر جائے۔ ہاں میری صحبت میں رہ سکتے ہو فائدہ پہنچانے میں کوئی کمی نہ کروں گا۔ پھر میں نے عرض کیا اچھا آپ جس بزرگ سے فرمائیں میں اس سے متوسل ہو جاؤں۔ فرمایا کہ اگر حضرت شیخ آدم بنوری قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے کسی بزرگ سے بیعت ہو جاؤ تو بہت ہی مناسب ہے اس لئے کہ یہ حضرات اتباع شریعت، ترک دنیا۔ اور تہذیب نفس میں امتیاز تام رکھتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ہمارے پڑوس

ہیں (محلہ کوٹلہ مزدور دہلی ہیں) سید عبداللہؒ خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوریؒ مقیم ہیں فرمایا بس وہی غنیمت ہیں ان ہی سے رابطہ پیدا کر لو۔

حضرت حافظ سید عبداللہ اکبرآبادی سے تعلق

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے فرمایا کہ میں نے اس مشورے پر عمل کیا اور حضرت حافظ سید عبداللہ اکبرآبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا باوجودیکہ وہ اپنے آپ کو بہت چھپاتے تھے اور ذوق گمنامی ان پر غالب تھا مگر پہلی مرتبہ جانے پر بیعت فرما لیا۔ اور اپنے فیوض و برکات سے مستفیض فرمایا۔ بالآخر طریقۂ نقشبندیہ میں اپنا خلیفہ بنایا اور شرف اجازت سے سرفراز کیا۔

حالات حضرت حافظ سید عبداللہؒ بزبان شاہ عبدالرحیمؒ

حضرت شاہ عبدالرحیم اپنے پیر و مرشد کا ذکر کثرت سے فرمایا کرتے تھے جو انفاس العارفین میں بتفصیل سے موجود ہے۔ یہاں چند باتیں لکھتا ہوں فرماتے تھے کہ حضرت سید عبداللہؒ دراصل قریۂ کھیڑی کے رہنے والے تھے جو علاقہ بارہہ میں ہے۔ بچپن ہی آپ کے والدین کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا تھا۔ خدا طلبی کا جذبہ کم سنی ہی میں آپ کے اندر تھا۔ اولیاء اللہ کی تلاش میں سفر کرتے اور گشت لگاتے رہتے تھے۔ اسی تلاش اور جستجو میں پنجاب کے علاقہ میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک بزرگ سے ملے جو اعلیٰ درجہ کے قاری تھے ایک مسجد میں جو جنگل میں واقع تھی متوکلانہ رہتے تھے۔ آپ ان کی خدمت میں رہے اور راہ سلوک کو طلب کیا ان بزرگ نے فرمایا۔

میاں تلقین و ارشاد تو تم کو ایک دوسرا ہی شخص کرے گا جس کے پاس انشاء اللہ تعالیٰ تم مستقبل قریب میں پہنچوگے۔ میرے پاس تو تم قرآن مجید حفظ کر لو چنانچہ آپ نے اس جنگل کی مسجد میں ایک مدت تک مقیم رہ کر قرآن حفظ کر لیا اور ساتھ ہی ساتھ استاد سے نیکی اور تقویٰ کے طور طریقے بھی سیکھ لئے حضرت سید عبداللہؒ فرمایا کرتے تھے میں جب حفظ قرآن سے فارغ ہو گیا تو ان بزرگ نے مجھے رخصت کر دیا اور فرمایا جاؤ جہاں کہیں صاحب ولایت مل جائے اس کی خدمت میں انتہائی کوشش سے کام کو پورا کرنا۔ اس کے بعد آپ نے سامانہ میں شیخ ادریس سامانی کی خدمت میں پہنچے۔ شیخ ادریس سامانیؒ ایک متوکل بزرگ تھے اپنے پاس لوگوں کی آمد و رفت پسند نہیں کرتے تھے۔ سلسلہ قادریہ میں منسلک تھے حافظ سید عبداللہؒ نے جب دروازے کی زنجیر کھٹکھٹائی تو شیخ

نے اندر ہی سے یہ فرمایا کہ کہیں اور جاؤ میرے پاس وہ شخص رہ سکتا ہے جو بالکل مردہ ہو اس کو طعام ولباس کی فکر نہ ہو آمیزش خلق سے کنارہ کش ہو اور ضروری کاموں کے علاوہ میرے دروازے سے نہ ہلے۔ آپ نے یہ سب شرطیں قبول کرلیں اور وہاں رہ کر سلوک طے کیا۔ پھر تو شیخ ادریس سامانی نے آپ کی طرف بہت زیادہ توجہ مبذول فرمائی اسی اثناء میں شیخ کے صاحبزادے نے حافظ صاحب سے قرآن مجید یاد کرنا شروع کردیا۔ اس کی وجہ سے توجہ اور دوبالا ہوگئی آپ نے بھی شیخ کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ شیخ کے لئے استنجے کے ڈھیلے مہیا کرتے تھے نیز شیخ اور اہل بیت شیخ کے کپڑے جمعرات کے دن نہر پر جاکر دھوتے تھے۔

بعد وفات شیخ ادریس سامانیؒ آپ حضرت شیخ آدم بنوریؒ خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں پہنچے، ان کو بھی ایک عالی مقام، پابند شریعت عظیم المرتبۃ اور قوی التاثیر بزرگ پایا۔ ان کے طریقے کو پسند کرکے ان ہی کے ہوگئے۔ مدتوں ان کی صحبت اٹھائی۔ بہت کچھ فیض پایا، بالآخر ان کے خلیفہ مجاز ہوئے۔

حضرت سید عبداللہ حافظ کلام اللہ تو تھے ہی زبردست قاری اور تجوید کے ماہر بھی تھے قرآن مجید اس انداز میں پڑھتے تھے کہ سامعین بے خود ہوجاتے تھے۔ ایک بار قاریان دارالشکوہ میں سے نو قاری حضرت سید عبداللہؒ کی قرأت کا امتحان لینے آئے اور آپ کی قرأت سن کر حیران و ششدر رہ گئے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم کا بیان ہے کہ حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے بارہا یہ الفاظ سنے ہیں "کفش برسر کشف" مراد یہ تھی کہ کشف وکرامت کا کوئی اعتبار نہیں اصل چیز استقامت ہے۔ حضرت حافظ پر اخفاء و خمول کا غلبہ تھا۔ معمولی حیثیت میں رہتے تھے اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے ممتاز نہیں رکھتے تھے۔ بسا اوقات ضعیفوں کا کام کاج خود جاکر انجام دیتے تھے۔

حضرت سید عبداللہؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ آدم بنوریؒ نے جب عزم حج کیا تو میں نے بھی ہمراہ جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ پیر و مرشد نے فرمایا کہ تمہارا ہندوستان رہنا ضروری ہے اور ایک حکمت کی بنا پر ضروری ہے جو آگے چل کر تمہیں معلوم ہوگی۔

فرمایا کہ اب مجھے معلوم ہوا کہ وہ حکمت تمہاری شاہ عبدالرحیمؒ کی تربیت تھی۔ جو میرے ذریعے انجام پاناتھی۔

حضرت سید عبداللہ نے ایک بار شاہ عبدالرحیم سے فرمایا کہ تم جب بچے تھے اور بچوں میں کھیلا کرتے تھے اسی وقت سے میری طبیعت کا رجحان تمہاری طرف تھا۔ میں دعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ تو اس بچے کو اپنے اولیاء میں سے کردے اور اس بچے کے کمالات میرے ذریعے ظاہر فرما۔ الحمدللہ اس دعا کا ثمرہ ظاہر ہوگیا۔

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سید عبداللہ مجھ سے کوئی خدمت نہیں لیتے تھے ایک روز میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ پیرومرشد آخر مجھ سے خدمت کیوں نہیں لیتے۔ پھر میں یہ بات عرض کرنے کے لئے آپ کے زاویے میں گیا۔ گرمی کا وقت تھا آپ کرتا جسم سے اتارے ہوئے تھے جب مجھے دیکھا تو فرمایا بہت اچھے آئے میری پیٹھ سے میل دور کردو میں خوش ہوکر پوری محنت سے اس خدمت کو انجام دینے لگا۔ درمیان میں فرمایا میاں تم پورے ہاتھ کو کیوں تکلیف دیتے ہو دو انگلیوں سے بھی یہ کام ہوسکتا ہے۔ پھر فرمایا بس جو خدمت شرطِ طریق ہے وہ وجود میں آگئی۔ اب آیندہ دل میں اس بات کا کبھی خیال نہ لانا۔ میں نے اپنے تمام ظاہری و باطنی حقوق صحبت تم کو معاف کردے۔"

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے فرمایا کہ جس زمانے میں عالمگیر اورنگ زیب آگرے میں تھے میں بغرض تعلیم آگرے میں تھا۔ اس وقت حضرت سید عبداللہ بھی سید عبدالرحمٰن کی رفاقت میں وہیں چلے گئے تھے۔ آگرے ہی میں حضرت حافظ سید عبداللہ کو مرض الموت لاحق ہوا۔ وصیت فرمائی کہ مجھے مقبرۂ غریباں میں دفن کرنا تاکہ کوئی میری قبر کو نہ پہچان سکے ایسا ہی کیا گیا۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں پیرومرشد کی وفات کے روز مرض شدید میں مبتلا تھا۔ مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ ہمراہِ جنازہ جاسکوں۔ جب صحت و قوت بحال ہوگئی۔ تو ایک دوست کو ہمراہ لیکر مرقدِ مبارک کی زیارت کے لئے گیا۔ اس دوست نے ہرچند غور کیا مگر ان کی قبر کو نہ پہچانا۔ اندازے سے ایک قبر کی طرف اشارہ کردیا کہ شاید یہ قبر ہے میں نے وہاں بیٹھ کر قرآن پڑھا پس پشت سے آواز آئی قبر فقیر یہ ہے۔ مگر خبردار جو سورۃ شروع کی ہے اس کو ختم کرکے اور اس

کا ثواب اسی قبر والے کو پہونچا کر پھر ادھر کو متوجہ ہونا جلدی نہ کرنا۔ میں نے سورۃ کو ختم کرنے کے بعد اس دوست سے کہا بھائی غور کرو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قبر میری پشت کی جانب تو نہیں ہے اس نے سوچ کر کہا واقعی میں نے غلطی کی ان کی قبر تمہاری پشت کی جانب ہی ہے[1]۔ میں وہاں جا کر بیٹھ گیا اور قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ چونکہ حزن و ملال کی کیفیت میرے اوپر طاری تھی اس لئے قرآن کی قرأت میں قواعد کو ملحوظ نہ رکھ سکا۔ اندرون قبر سے ایک آواز آئی کہ فلاں فلاں جگہ تم نے غلطی کی ہے۔ قرأت کے معاملے میں احتیاط ضروری ہے۔

حضرت خواجہ خرد سے اخذ فیض

حضرت شاہ عبدالرحیم نے فرمایا کہ میں جب حافظ سید عبداللہؒ سے بیعت ہو گیا تو آپ کے فیض صحبت سے مستفیض ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت خواجہ خردؒ کے فیض صحبت سے بھی مستفیض ہوتا رہتا تھا۔

تین کرامت آمیز اسباق کا ذکر تو پہلے گذر ہی چکا ہے اس کے علاوہ بھی بہت سے واقعات انفاس العارفین میں حضرت خواجہ خرد سے متعلق حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کی زبانی درج ہیں جس طرح اسرار یہ میں سید کمال سنبھلی نے پیر و مرشد حضرت خواجہ خرد کے چشم دید حالات تحریر کئے ہیں اسی طرح حضرت شاہ عبدالرحیم نے ان کے تذکرے کے ذیل میں اپنے آنکھوں دیکھے واقعات بیان فرمائے ہیں۔

حضرت خواجہ خرد سے متعلق چند واقعات

فرمایا کہ خواجہ خردؒ برابر اپنے انگوٹھے سے انگلیوں پر کچھ لکھتے رہتے تھے پڑھانے وقت بھی اور بات کرتے وقت بھی۔ ایک دن میں نے ان سے دریافت کر لیا کہ آپ یہ کیا کیا کرتے ہیں فرمایا کہ یہ ایک عمل ہے جس کو کیا کرتا ہوں۔ ابتدائے حال میں اللہ اللہ لکھنے کی مشق کی تھی اب بھی کبھی

---

[1] تذکرہ مشاہیر اکبرآباد کے مولف نے اس واقعہ کو انفاس العارفین سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ جب وفات کے قریب مزار کا یہ حال تھا تو اب کیا پتہ چل سکتا ہے۔

کبھی عادت قدیمہ کے مطابق وہ مشق جاری ہو جاتی ہے۔

فرمایا کہ ایک دن خواجہ خردؒ اپنے اصحاب و احباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے خود پلنگ پر تھے اور تمام آدمی بوریئے پر۔ اس موقع پر میں خدمت اقدس میں پہنچ گیا۔ میری بہت زیادہ تعظیم و تکریم کی۔ خود پلنگ کی پائنتی کی جانب بیٹھ گئے اور مجھے اصرار کر کے سرہانے بٹھایا ہر چند میں نے عذر کیا مگر نہیں مانے اس بات سے تمام حاضرین متحیر ہو گئے۔ آخر کار خواجہ خردؒ کے صاحبزادے خواجہ رحمت اللہؒ سے نہ رہا گیا انہوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اس مجلس میں ان سے زیادہ معمر اور قابل تعظیم لوگ بھی موجود ہیں، پھر ان کی تخصیص میں کیا مصلحت ہے؟

فرمایا کہ میں نے یہ معاملہ اس لئے کیا ہے کہ تم میرے اس طرز عمل کو دیکھ لو اور جس طرح میں نے انکی تعظیم کی ہے تم بھی کیا کرو۔ جب میں ان کے نانا شیخ رفیع الدین محمدؒ کے گھر پہنچتا تھا تو وہ بھی میرے ساتھ ایسی ہی تعظیم کا معاملہ کرتے تھے حالانکہ وہ میرے استاد تھے اور میں نے ان سے فیوض حاصل کئے تھے۔ اور جب شیخ رفیع الدین محمدؒ حضرت والد ماجد خواجہ محمد باقی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو حضرت والد ماجدؒ ان کے ساتھ یہی طریقہ تعظیم برتتے تھے اگرچہ شیخ رفیع الدین محمدؒ آپ کے مرید و خلیفہ تھے مگر چونکہ ابتدائے سلوک میں ان کے والد شیخ قطب العالمؒ کی خدمت میں رہ کر کچھ کتابیں پڑھی تھیں اور فوائد حاصل کئے تھے۔ اس لئے استاد زادہ ہونے کی حیثیت سے اپنے خلیفہ کی تعظیم کرتے تھے اب ہم کو بھی ان سے (شاہ عبدالرحیمؒ) اسی طرح کا سلوک کرنا چاہیئے۔

ایک دن کا واقعہ بیان فرمایا کہ ہم دونوں بھائی خواجہ خرد کی خدمت میں حاضر تھے ان پر بھوک کا غلبہ تھا اس بناء پر وہ درس نہیں دے سکتے تھے۔ اپنے گھر والوں سے دریافت فرمایا کہ گھر میں کچھ کھانا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ایک بچے کے لئے تھوڑا سا کھانا پکایا ہے۔ فرمایا اسی میں سے تھوڑا لے آؤ۔ ایک چھوٹی سی صحنک میں بہت تھوڑا سا کھانا لایا گیا۔ آپ نے ہاتھ دھوئے اور سب حاضرین سے عموماً اور ہم دونوں بھائیوں سے خاص طور پر مکرر فرمایا آؤ تناول کرو۔ یہ کھانا ہم سب کو کفایت کرے گا۔ سب متعجب تھے۔ ہم دونوں نے تعمیل حکم کی اور آگے بڑھ گئے اس کھانے کو ہم تینوں نے کھایا اور معتدل طریقے پر ہم دونوں بھی سیر ہو گئے۔ پھر بھی صحنک

میں قدرے کھانا باقی رہ گیا وہ بچّے کے لئے واپس کر دیا۔

فرمایا ایک شخص جس کا نام بہمن یار خاں تھا ٹھاٹ کا لباس پہن کر خواجہ خرد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت اتفاق سے آپ کے گھر میں کوئی فرش نہیں تھا لوگ زمین پر بیٹھے تھے۔ بہمن یار خاں بھی زمین پر بیٹھ گیا۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے خواجہ خردؒ کے کان میں کہا کہ حضرت یہ بہمن یار خاں ہے۔ اس کی تعظیم و توقیر فرمائی جائے آپ نے باواز بلند جواب میں فرمایا "اگر یار ہے تو محتاج تعظیم نہیں اور اغیار ہے تو لائق تعظیم نہیں"۔ یہ الفاظ بہمن یار نے سُنے تو بہت خوش ہوا۔

فرمایا۔ کہ خواجہ خرد اور خواجہ کلاں دونوں بچے ہی تھے کہ حضرت خواجہ محمد باقیؒ وفات پاگئے جب یہ دونوں بھائی بالغ ہوئے تو حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں سرہند چلے گئے اور مدتوں وہاں رہے۔ خواجہ کلاں کے متعلق تو معلوم نہیں مگر خواجہ خرد نے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے اخذ طریقہ کیا اور اجازت بھی حاصل کی پھر دہلی واپس آگئے۔ خواجہ خورد نے خواجہ حسام الدین احمدؒ اور شیخ الہ داد سے بھی (جو کہ حضرت خواجہ کے خلیفہ تھے، استفاضہ کیا فرمایا۔ حضرت خواجہ خرد نے اپنے آخری زمانے میں مجھ سے فرمایا کہ مجھ کو روضۂ خواجہ محمد باقی قدس سرہ میں اس جگہ دفن کرنا جہاں جوتیاں اتاری جاتی ہیں۔ اس بناء پر کہ میں حضرت خواجہ کا لڑکا ہوں مجھے احاطۂ مقبرہ میں دفن نہ کرنا کیونکہ میں اس جگہ کے لائق نہیں ہوں میں نے جواب دیا حضرت یہ کام تو دوسرے لوگ انجام دیں گے میرا اختیار کیا چل سکے گا؟ فرمایا لوگوں سے یہ بات کہہ دینا بعد وفات خواجہ خردؒ میں نے وارثوں سے اس وصیت کا ذکر کیا کسی نے نہیں سنی۔

حضرت خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی سے اخذ فیض

حضرت حافظ سید عبداللہؒ کے وصال کے بعد حضرت شاہ عبدالرحیمؒ بہت محزون وغمگین رہنے لگے اور ایسے درویش کی تلاش ہوئی جس کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہیں، ایک شخص نے حضرت خلیفہ ابوالقاسمؒ کا ذکر خیر کیا اسی شخص کے ہمراہ ان کی خدمت میں پہنچے۔ خود

ے آپ ملا ولی محمد ابوالعلائیؒ خلیفۂ اعظم سید ابوالعلیٰ کے شاگرد رشید مرید اور (باقی ص پر)

بیان فرمایا کرتے تھے کہ پہلے دن ملاقات ہوئی تو حضرت خلیفہ اپنے مکان کی تعمیر میں مشغول تھے۔ معمار کو ہدایات فرما رہے تھے۔ ایک موقع پر گفتگو کے دوران میں آپ نے ایک شعر پڑھا جس کا پہلا مصرعہ یہ تھا۔

ہر کرا "ذرۂ وجود" بود

شعر پڑھ کر فرمایا کہ میں نے صحیح نسخوں میں دیکھا وہاں "ذرۂ وجود" ہی مرقوم ہے اس پر میں نے عرض کیا کہ فقیر نے بھی صحیح نسخے دیکھے ہیں ان میں تو "ذرۂ شہود" لکھا ہوا ہے۔ یہ سنکر آپ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تم علم سے بہرہ یاب ہو اس کے بعد میرے ایک استفسار کے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

علم را بر تن زنی مارے بود

علم را بر دل زنی یارے بود

یعنی علم کو اگر تن پروری میں استعمال کروگے تو سانپ بن جائیگا دل کو سنوارنے کے لئے استعمال کروگے تو یار و مددگار ثابت ہوگا۔

یہ پہلی ملاقات مختصر رہی بس چند باتوں ہی پر مجلس ختم ہوگئی۔ فرماتے تھے کہ دوسرے دن پھر میرے دل میں آیا کہ حضرت خلیفہؒ کی خدمت میں جانا چاہیئے۔ چنانچہ حاضر ہوا۔ بہت ہی بشاشت سے پیش آئے اور فرمایا کہ کل تعمیر کے سلسلہ میں مشغول تھا۔ بات ناتمام رہ گئی اچھا اب یہ بتاؤ کہ "ذرۂ شہود" اگر شعر میں ہو تو معنیٰ کیا ہوں گے۔ میں نے اس صورت

(بقیہ حاشیہ) خلیفہ تھے۔ حضرت سید ابوالعلیٰؒ بانی سلسلہ ابوالعلائیہ کی صحبت بھی اٹھائی تھی۔ ماہ رمضان ۱۰۸۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ مزار مبارک آگرے میں ہے۔ تذکرہ مشاہیر اکبرآباد کے مؤلف کو آپ کے مزار کا بھی پتہ نہیں چلا۔ مخبر الواصلین میں یہ قطعۂ تاریخ وفات لکھا ہے

رفت زیں دار فنا جانب خلد آنکہ بودست بسے نیک سرشت

سال نقلش بمہ صوم خرد گفت ابوالقاسم مصباح بہشت

۱۰۸۹ھ

میں جو معنی بنتے ہیں وہ بیان کیے۔ پھر فرمایا کہ بعض کتابوں میں وجود لکھا ہوا ہے اس کا کیا مطلب ہوگا میں نے اس کا بھی مطلب بتایا۔ بہت ہی خوش ہوئے۔ پھر تو مزاج کی موافقت کی بناء پر صحبتِ اقدس بہت راس آئی، محبت و عقیدت کے ساتھ برابر خدمتِ اقدس میں حاضری دیتا رہا۔ اور انہوں نے بھی مجھے التفات ہائے بیکراں سے نوازا، حتیٰ کہ بعض قدیم خدام حسد کرنے لگے۔

فتاویٰ عالمگیری پر نظرِ ثانی کا وظیفہ اور اس سلسلے میں حضرت خلیفہ کا حکم

خود فرمایا کرتے تھے کہ تدوین فتاویٰ عالمگیری کے بعد بحکم حضرت عالمگیرؒ اس پر نظرِ ثانی کی گئی شیخ حامد (جو مرزا محمد زاہد کے درس میں میرے شریک تھے) فتاویٰ کا کچھ حصہ ان کے سپرد ہوا۔ وہ میرے پاس آئے کہ اس کام میں میری رفاقت کرو ہر روز اتنا وظیفہ تم کو بھی ملا کرے گا۔ میں نے قبول نہیں کیا۔ میری والدہ نے جب سُنا تو انہوں نے اصرار کرکے مجھے اس کام پر لگادیا جب حضرت خلیفہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ اس وظیفہ کو ترک کردو۔ میں نے عرض کیا کہ والدہ ناخوش ہوں گی۔

فرمایا جب اللہ کے اور بندے کے حق کا مقابلہ ہو تو اللہ کے حق کو ترجیح دی جائے گی۔ میں نے عرض کیا دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی شکل پیدا فرمادے کہ یہ وظیفہ خود بخود موقوف ہوجائے تاکہ والدہ بھی ناخوش نہ ہوں۔ آپ نے دعا فرمائی۔ چند روز گزرے تھے کہ بادشاہ نے اہلِ وظیفہ کے نام طلب کیے اور ان میں عزل و نصب کے طور پر کچھ تغیر و تبدل کیا۔ جب میرے نام پر پہنچے تو میرا وظیفہ موقوف کیا اور حکم لکھا کہ یہ شخص چاہے تو اس قدر زمین اس کو دی جائے۔ مجھے معلوم کیا گیا کہ کیا زمین لینا چاہتے ہو؟ میں نے انکار کردیا۔ اور وظیفہ موقوف ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ فرماتے تھے کہ میری اس خدمت سے معزولی کا ظاہری سبب یہ ہوا کہ ایک دن نظرِ ثانی کرتے ہوئے میری نظر سے ایک عبارت گذری جس میں گڑبڑ تھی، صورت مسئلہ نہیں بنتی تھی، میں نے ان کتابوں کو دیکھا جو اس مسئلہ کا ماخذ تھیں۔ تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ مسئلہ دو کتابوں میں جدا جدا عبارت کے ساتھ مذکور ہے۔ مولفِ فتاویٰ نے دونوں عبارتوں کو ایک جگہ جمع کردیا۔ جس کی وجہ سے اختلال رونما ہوگیا ہے۔

میں نے حاشیہ پر لکھ دیا۔ هٰذا غلطٌ صوابہٗ کذا۔ یہ عبارت غلط ہے... صحیح

اس طرح ہے۔ اس زمانہ میں حضرت عالمگیرؒ کو فتاویٰ کی جمع و تدوین کی طرف بہت توجہ تھی روزانہ ملا نظام ؒ ایک، دو صفحہ بادشاہ کے سامنے پڑھتے تھے جب وہ فتاویٰ سناتے سناتے اس مقام پر پہنچے اتفاقاً میرے حاشیہ کو بھی متن کے ساتھ پڑھ گئے۔ بادشاہ چونک پڑے اور فرمایا کہ یہ کیا عبارت ہے ملا نظامؒ نے اس وقت تو اپنی جان چھڑالی اور کہا کہ میں نے اس کا اچھی طرح مطالعہ نہیں کیا ہے۔ کل کو تفصیل سے عرض کردوں گا۔ جب گھر آئے تو ملا حامد پر ناراض ہوئے کہ فتاویٰ کے ایک حصے کو میں نے تمہارے اعتماد پر چھوڑا تھا تم نے بادشاہ کے سامنے مجھے بہت خفیف کرایا۔ آخر یہ کیا لکھا تھا۔ ملا حامد نے ان سے تو کچھ نہیں کہا میرے پاس آکر بہ پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ میں نے وہ تمام کتابیں جو اس مسئلے کا ماخذ تھیں پیش کردیں اور عبارت کے اختلال و انتشار کو واضح کردیا۔ بس چپ ہوگئے۔ یہی بات میری موقوفی کا باعث بن گئی۔

فرمایا۔ ایک دن میں حضرت خلیفہؒ کی خدمت میں گیا تعمیر مکان کا سلسلہ چل رہا تھا میری حاضری سے بہت خوش ہوئے۔ میں نے ارادہ کیا کہ مٹی گارا مہیا کرکے دیواروں پر اپنے ہاتھ سے کہگل کردوں۔ اس خیال کو ظاہر بھی کردیا۔ آپ نے فرمایا کہ کبھی اس سے پہلے بھی تم نے یہ کام کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ لیکن قیاس سے انجام دے لوں گا۔ فرمایا یہ کام بغیر مشق و تجربہ کے محض قیاس سے اچھی طرح نہیں ہوا کرتا۔ میں نے تمہارے لئے ایک اور کام تجویز کیا ہے۔ یہ فرما کر ایک خادم کو حکم دیا کہ چارپائی لاؤ اور زیر دیوار سایہ میں بچھا دو، جب چارپائی آگئی تو مجھ سے فرمایا کہ اس پر آرام کرو اور سو جاؤ دور سے چل کر آئے ہو۔ حکم کی تعمیل میں چارپائی پر لیٹ گیا مگر نیند کہاں؟ جب مجھے دیکھا کہ جاگ رہا ہوں سوتا نہیں ہوں تو فرمایا کہ نیند تو فقیر کی اختیاری چیز ہے یعنی حق میں مشغول ہوجائے اور ماسوا کو بھول جائے۔ اسی عمل سے نیند کی کیفیت پیدا ہوجائے گی۔ اسی اثنار میں ایک اور خادم آئے ان سے فرمایا بہت اچھے وقت آئے۔ میری طرف اشارہ کرکے فرمایا دیکھو اس چارپائی پر بیٹھ جاؤ اور ان کے پاؤں دابو یہ دور سے چل کر آئے ہیں تھک گئے ہوں گے۔

غرض کہ اس طرح کی مہربانیاں فرماتے رہتے تھے اور یہ مہربانیاں روزانہ بڑھتی ہی جاتی تھیں۔

ایک دن کا ایک دلچسپ واقعہ سنایا کہ میں ایک دن خدمت حضرت خلیفہ میں حاضر ہوا اس وقت آپ گھر سے باہر آرہے تھے اور حمام میں جانے کا ارادہ تھا۔ جب مجھے دیکھا تو گھر میں چلے گئے اور چمچہ، پیالہ، عرق گلاب اور بتاشے ہمراہ لائے۔ فرمایا اگر جی چاہے تو فقط بتاشے کھالو اور جی چاہے تو گلاب اور بتاشوں کا شربت بنا کر پی لو، تمہیں اختیار ہے۔ آپ کا ایک مرید جلدی سے بول اٹھا کہ وقت سرد ہے۔ شربت پینے کے مقابلے میں بہتر یہ ہوگا کہ فقط بتاشے کھالئے جائیں۔ اس بات کو سنکر حضرت خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ معنی خیز انداز میں اول تو خاموش ہوگئے، پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم بتاؤ۔ کیا پسند کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا شربت۔ فرمایا کس وجہ سے؟ میں نے کہا اجمالی بات تو یہ ہے کہ حضرت والا بتاشوں کے ساتھ چمچہ، پیالہ اور گلاب بھی لائے ہیں اب اگر خالی بتاشے کھاتا ہوں تو یہ باقی چیزیں بیکار ہوجائیں گی۔ حالانکہ فعل اولیا رکسی نہ کسی حکمت کو ضرور متضمن ہوتا ہے اور تفصیلی بات یہ ہے کہ حضرت والا اس وقت حمام کی طرف متوجہ ہیں (فارغ ہوکر خود بھی نوش فرمائیں گے، حمام کے بعد شربت تسکین دیتا ہے اور فقیر بھی فاصلہ طے کرکے آیا ہے خفقان وغیرہ کا کچھ اثر ہے، شربت تسکین خفقان کرتا ہے۔ جب یہ اجمالی و تفصیلی توجیہ سُنی تو اس درویش کی طرف متوجہ ہوئے اور بہت غصہ ہوکر فرمایا۔ کہ میں نے تم سے کب دریافت کیا تھا تم نے گفتگو میں بیجا دخل کیوں دیا؟ بے ادب لوگ میری مجلس کے لائق نہیں ہیں۔ میری مجلس سے اٹھ جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ درویش مجھ کو بددعا دے گا کہ میری وجہ سے آپ کی صحبت اقدس سے محروم و مہجور ہوگیا۔ اس مرتبہ تو بس از راہ کرم معاف ہی فرمادیجیے، آیندہ اختیار ہے۔ چنانچہ ہے آپنے معاف فرمادیا۔

فرماتے تھے کہ جب حضرت خلیفہ ابوالقاسمؒ نے چاہا کہ مجھے اجازت ارشاد عطا کریں تو یہ اہتمام فرمایا کہ ایک مخلص خادم کو حکم دیا کہ کھانا تیار کرو۔ بہت سے لوگوں کی دعوت کردی اور فقیر کو بھی مدعو کیا پھر دستار میرے سر پر باندھی، میں نے عرض کیا کہ حضرت میں اس عظیم منصب کی اہلیت نہیں رکھتا اور اس کے حقوق بھی ادا نہیں کرسکتا فرمایا کہ تم دوسری جگہ سے بھی تو اجازت رکھتے ہو۔ آخر سید عبداللہ کے ساتھ تمہارا معاملہ

کیا تھا، میں نے عرض کیا انہوں نے تو اپنے تمام حقوق معاف فرما دیئے تھے فرمایا کہ میں نے بھی اپنے تمام حقوق ظاہری و باطنی معاف کئے۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت خلیفہ فرمایا کرتے تھے "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنے آرام کے لئے بھی فقیری اختیار نہیں کرتے" یعنی جب دل یک سو ہو گیا بعد تمام خطرات و وساوس برطرف ہو گئے تو درحقیقت آرام کلّی حاصل ہو گیا اگرچہ ظاہر میں کوئی نقصان نظر آئے۔

سیّد عظمت اللہ[1] اکبر آبادی سے اجازت

حضرت شاہ عبدالرحیم نے فرمایا کہ حضرت خلیفہ مجھ سے ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ شہر آگرہ کے درویشوں سے ملاقات کرو۔ میں ٹال دیتا تھا اس لئے کہ میری توجہ آپ ہی کی جانب تھی۔ ایک روز اس بات کو تاکید سے فرمایا۔ جب میری ٹال دیکھی تو ایک خادم کو حکم دیا کہ ان کو سید عظمت اللہ چشتی کے پاس لے جاؤ۔ ان سے میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ ایک درویش کو آپ کی ملاقات کے لئے بھیج رہا ہوں۔ جب میں سیّد عظمت اللہؒ کے محلے میں پہنچا تو خادم کو ان کا مکان یاد نہ رہا۔ اتفاقاً وہاں بچے کھیل رہے تھے میری نظر ایک بچے پر پڑی میں نے کہا کہ یہ بچہ بزرگ زادہ معلوم ہوتا ہے اس سے دریافت کرنا چاہیے اتفاق کی بات وہ بچہ سید عظمت اللہؒ کا تھا وہ مجھ کو اپنے ساتھ مکان لے گیا اور اندر جاکر حضرت خلیفہ کا پیغام (جس کا میں نے اس بچے سے ذکر کر دیا تھا) پہونچایا۔ سیّد صاحب نے اندر سے کہلا کر بھیجا کہ میں صاحب فراش ہوں، چلنے کی طاقت نہیں رکھتا (اس لئے باہر نہیں آسکتا)

---

[1] شاہ عظمت اللہ بن بدرالدین بن سید جلال قادری متوکل اکبر آبادی۔ سادات حسینی ترمذی میں سے ہیں۔ سلسلۂ قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ شطاریہ میں مرید کرتے تھے تمام گوشۂ قناعت میں بسر کی ۷۰ سال کی عمر ہوئی ۴ ربیع الاول ۱۰۹۲ھ کو وفات پائی جس محلے میں رہتے تھے وہیں مدفون ہوئے۔ (انفاس العارفین) آپ کے مزار کے متعلق بھی بوستان اخبار تذکرۂ مشاہیر اکبر آباد کے مولف لکھتے ہیں کہ راقم بوستان کو آپ کے مزار کا پتہ نہیں چلا۔

کنبے کی عورتیں گھر میں آئی ہوئی ہیں اس لئے اس وقت پردہ ہونا مشکل ہے مجھے ملاقات سے معذور رکھا جائے۔ پھر اس کے فوراً بعد ایک دوسرے شخص کو یہ فرما کر اندر سے بھیجا کہ خلیفہ کے مریدوں کو بٹھا دو۔ پھر خادموں سے فرمایا کہ مجھے چارپائی پر اٹھا کر دروازے تک لے جاؤ۔ چنانچہ دروازے میں تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اگرچہ میں معذور تھا مگر دوبارہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ خلیفہ کا کسی کو بھیجنا بے حکمت نہیں ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے میرا نام و نسب دریافت کیا اور اس سلسلے میں خوب تحقیق فرمائی۔ میں نے شیخ عبدالعزیز شکر بار دہلویؒ سے اپنا رشتہ چھپا لیا تھا۔ اس کو اس لئے بیان نہیں کیا کہ جانتا تھا ان کا سلسلہ ان تک پہنچتا ہے، اس نسبت کی بنا، پر وہ ایسے ضعف کے عالم میں بھی تواضع فرمائیں گے جس سے ان کو تکلیف ہوگی۔ لیکن انہوں نے اپنی فراست سے اس رشتہ کو سمجھ لیا بعد ازاں آپ نے ایک اشکال کی تقریر کی اور اس کا جواب مجھ سے طلب فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ استفادے کے لئے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ نہ کہ افادے کے لئے۔ فرمایا کہ میں اس سوال کے کرنے پر مامور ہوں۔ یہ سنکر میں نے اس وقت جو کچھ میرے ذہن میں تھا جواب دیا وہ بہت خوش ہوئے اور چارپائی سے نیچے اتر آئے اور بیحد تواضع فرمائی۔ پھر فرمایا کہ مجھ سے بڑی کوتاہی ہوئی، مجھے معلوم نہ تھا۔ ازاں بعد فرمایا کہ شیخ عبدالعزیز شکربار قدس سرہٗ نے ہمارے دادا صاحب کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر کوئی ہماری اولاد میں سے تمہارے پاس آئے اور اس اشکال کا جواب اس طرح دے دے تو اس کو میری یہ امانت پہنچا دینا۔

یہ امانت اجازتِ طریقہ اور بعض تبرکات ہیں۔ میرے دادا تمام عمر تلاش کرتے رہے۔ مگر ایسے شخص کو نہ پایا۔ آخر میرے والد کو وصیت کر گئے انہوں نے بھی تجسس کیا نہ پایا۔ اب میری نوبت آئی میں نے بھی تمام عمر جستجو کی نہ پایا اور اب پایا ہے۔ میرا آخری وقت ہے کوئی ایسا فرزند جو اس نسبت کی اہلیت رکھتا ہو نہیں رکھتا ہوں اس وجہ سے افسوس کرتا تھا۔ الحمد للہ کہ اس وقت آرزو پوری ہوئی۔ یہ فرما کر عمامہ میرے سر پر باندھا اور اجازت دی۔ بہت سی مٹھائی اور نقد کی ایک مقدار بھی میرے ہمراہ

کردی - جب یہ سب چیزیں لے کر حضرت خلیفہ" کی خدمت میں واپس آیا تو انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا خوب کامل اور مالامال ہوکر آئے ہو، میں نے وہ سب چیزیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رکھ دیں تو فرمایا۔ یہ نقدی اشارہ ہے جمعیت ظاہر کی طرف اور عمامہ اشارہ ہے اجازت اور جمعیت باطن کی طرف، میں ان دونوں چیزوں میں تو شرکت نہیں کر سکتا۔ پھر کچھ مٹھائی قبول فرمالی۔

تاویل الاحادیث

شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی اس تصنیف کا ذکر اپنے رسالے الفوز الکبیر میں ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ من العلوم الوھبیۃ فی علم التفسیر التی اشرنا الیھا تاویل قصص الانبیاء علیھم السلام وللفقیر فی ھذا الفن رسالۃ مسماۃ بتاویل الاحادیث والمراد من التاویل ھو ان یکون لکل قصۃ وقعت مبداء من استعداد الرسول وقومہ ومن التدبیر الذی اراد اللہ سبحانہ وتعالیٰ فی ذلک الوقت۔"

اس کتاب کی اہمیت اسی عبارت سے واضح ہوتی ہے۔

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے بڑی عرق ریزی سے اس کتاب کی تصحیح کی اس پر حاشئے لکھے اس میں مندرجہ احادیث کی تخریج کی اور اس کے شروع میں ان کا مبسوط مقدمہ ہے۔

قیمت:۔ تین روپے

شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدرآباد